تزکِ بابری

از

(جناب محمد رحیم صاحب دہلوی)

۱۵

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ فرمایئے برہان بابت ماہ جون ۵۶ء)

شیبانی سے آمنا سامنا | شیبانی خاں نے جو خبر سنی تو وہ سورج نکلتے ہی گھبرا کر چل پڑا اور سو ڈیڑھ سو آدمیوں کو ساتھ لئے آہنی دروازہ پر نمودار ہوا وہ میرے قابو میں آہی چکا تھا لیکن میرے ساتھ بہت تھوڑے سے آدمی تھے۔ وہ جان گیا کہ کامیابی نہ ہوگی۔ اس لئے وہ دم بھر بھی نہ ٹھیرا اور الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

ہمارا سمرقند | وہاں سے پلٹ کر میں بستان سرائے میں جا اُترا۔ شہر کے معززین اور اکابر اور بڑے بڑے لوگ مجھ سے ملنے آئے۔ اور سب نے مجھے مبارک باد دی۔

سمرقند تقریباً ایک سو چالیس برس تک ہمارے خاندان کا دار الحکومت رہ چکا ہے خدا جانے یہ اجنبی لٹیرا کہاں سے آمرا اور مالک بن بیٹھا۔

اللہ نے چھنا ہوا ملک پھر دے دیا۔ اور ہمارا لٹا کھٹا شہر ہمیں پھر مل گیا۔

انصاف شرط ہے | سلطان حسین مرزا نے بھی ہرات کو اسی طرح چپ چپاتے فتح کیا تھا۔ جس طرح میں نے اب سمرقند جھپٹا ہے۔ لیکن اندازہ شناس اور اہلِ انصاف جانتے ہیں کہ اُس کارنامے میں اور اِس معرکے میں بڑا فرق ہے۔ اُسے حاصل کرنا اور تھا۔ اس پر قابو پانا اور ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ سلطان حسین مرزا نہایت طاقت ور، بے انتہا تجربے کار اور جہاندیدہ بادشاہ تھا۔

دوسرے یہ کہ اس کا دشمن یادگار مرزا استرہ اٹھارہ برس کا ناتجربے کار لڑکا تھا۔

تیسرے یہ کہ دشمن کے ہاں سے میر علی[1] میر آخور نے جو سارے رازوں سے واقف تھا مرزا کے پاس خبر بھیجی اور چپ چپاتے اس کو بلا لیا۔

چوتھے یہ کہ مرزا کا دشمن قلعے میں نہ تھا۔ اس کی بجائے باغ[2] زاغان میں پڑا تھا۔ پھر یہ کہ جس وقت سلطان حسین مرزا نے ہرات لیا ہے اس وقت یادگار مرزا اور اس کے ساتھی شراب کے ایسے دھتی تھے کہ اس رات بھی یادگار مرزا کے دروازے پر جو تین پہرے دار تھے وہ تک مرزا کی طرح نشے میں چور چور تھے۔

پانچویں یہ کہ حملہ آور نے چپ چپاتے جو حملہ کیا اس میں پہلی ہی دفعہ فتح پالی۔

میں نے جب سمرقند لیا ہے اس وقت کل انیس برس کی میری عمر تھی۔ نہ ایسی گھاتوں کو اتنا جانتا تھا اور نہ مجھے تجربہ تھا۔

دوسرے یہ کہ میرا دشمن شیبانی خاں جیسا ترقی یافتہ، تجربے کار اور نہایت عقل مند آدمی تھا۔

تیسرے یہ کہ سمرقند میں سے کسی نے مجھ سے ساز باز نہیں کی گو یہ تسلیم ہے کہ شہر والے دل وجان سے میرے ساتھ تھے۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ شیبانی خاں کا ڈر اتنا غالب تھا کہ کوئی چوں بھی نہ کر سکتا تھا۔

چوتھے یہ کہ میرا دشمن قلعے میں محفوظ تھا۔ میں نے قلعہ بھی چھینا اور دشمن کو بھاگنے پر مجبور بھی کیا۔

پانچویں یہ کہ سمرقند پر پہلی دفعہ جو حملہ کیا تو دشمن چوکنا ہو چکا تھا۔ اس پر بھی اب جو دوسری دفعہ آیا تو خدا کے حکم سے شہر چھین لیا۔

یہ سب کچھ میں نے کسی کو ذلیل وحقیر کرنے کے لئے نہیں کہا۔ بلکہ جو واقعہ تھا وہ بیان کیا ہے اس سے اپنی تعریف بگھارنی مقصود نہیں۔ جو سچ تھا وہ لکھ دیا۔

---

[1] اصطبل کا داروغہ [2] کوؤں کا باغ

شعرا کی مبارکباد | شعرا نے اس فتح کی خوشی میں بہت سی تاریخیں لکھی تھیں ان میں سے یہ ایک بیت یاد رہ گئی ہے۔

یار گفتہ خرد کہ تاریخش فتح[1] بابر بہادر است بداں

فتح آپ ہی آپ چل کر آئی | سمرقند فتح ہوا تو میرے پاس شادوار اور سغد کے ضلعے اور ان ہی کے ساتھ ساتھ دیگر تحصیلوں کے قلعوں سے لوگوں کے آنے کا تانتا بندھ گیا۔

بعض قلعوں سے ازبکوں کے آدمی ڈر کے مارے خود بخود نکل بھاگے اور بعض قلعے ایسے تھے جہاں کے لوگوں نے ازبکوں کو مار مار کے نکال دیا۔ اور ہمارے طرف دار بن گئے۔ بعض قلعوں میں لوگوں نے اپنے اپنے قلعہ داروں کو قید کر کے قلعوں کو ہمارے لئے محفوظ کرلیا۔

شیبانی بخارا گیا | اسی زمانے میں شیبانی خاں اور ازبکوں کے بال بچے اور مال واسباب[2] ترکستان سے آگئے۔ شیبانی خاں، خواجہ دیدار اور علی آباد کے آس پاس پڑا تھا۔ اس نے جو سنا کہ قلعے والوں نے قلعے حوالے کردئے اور لوگ یوں میری طرف داری کر رہے ہیں تو وہ بخارا چلا گیا۔

باقی ترخان | خدا کے فضل سے تین چار مہینے میں سغد اور میان کار[3] کے قلعے میرے قبضے میں آگئے باقی ترخان کو جو موقع ملا تو وہ قرشی کے قلعے میں آگیا اور قرشی اور خزار[4] دونوں کے دونوں ازبکوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

ابو الحسن | ابو الحسن مرزا کی فوج نے مرو سے آکر قراکول[5] کو دبا لیا۔ اس وقت خوش نصیبی میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اور میں کامیاب ہو رہا تھا۔

عزیزوں کو سمرقند بلالیا | اندجان سے میرے چلے آنے کے بعد میری مائیں[6]، بال بچے مال واسباب لے کر بڑی دقت اور مصیبت سے اوراتیبہ چلے گئے تھے۔ میں نے آدمی بھیج کر سب کو سمرقند بلالیا

---

[1] یہ واقعہ ۹۰۶ھ کے تحت لکھا ہے لیکن اس مادہ سے ۹۰۵ھ نکلتے ہیں۔ [2] نہایت اعلیٰ درجہ کے ساز وسامان کے ساتھ۔ [3] میاں کار یا میاں کال یہ آبادی دیوسی کے قریب کوہک کے دونوں طرف آباد ہے [4] لیڈن نے خزار لکھا ہے۔ خزار اور قرشی شہر سبز کے جنوب و مغرب میں ہیں۔ [5] قراکول بخارا کے جنوب و مغرب میں ہے۔ [6] سگی اور سوتیلی مائیں۔

پہلوٹھی کی اولاد | ان ہی دنوں میں سلطان احمد مرزا کی بیٹی عائشہ سلطان بیگم (میری پہلی بیوی) کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام فخر النسا بیگم رکھا۔ میری پہلوٹھی کی اولاد وہی تھی۔ اس وقت میری عمر ۱۹ سال تھی۔ وہ چلّے کے اندر ہی خدا کو پیاری ہوئی۔

کمک کی ضرورت | سمرقند فتح ہونے کے بعد بادشاہوں، سرداروں اور امیروں سے مدد مانگنے کے لئے میرے ایلچی اور ہرکارے متواتر آئے گئے۔ بعض نے تجربے کار ہونے کے باوجود آنکھیں چرالیں اور بعض نے اس ڈر کے مارے جان کر آنا کانی کی کہ انھوں نے ہمارے خاندان سے بے ادبیاں کیں تھیں اور آپس کے تعلقات خراب کر لئے تھے۔ بعض نے کمک بھیجی بھی تو وہ کچھ ایسی زیادہ نہ تھی۔ ان میں سے ہر ایک کا حال بعد میں آئے گا۔

علی شیر بیگ کا خط | سمرقند جو دوبارہ ہاتھ آیا۔ اس وقت علی شیر بیگ زندہ تھا۔ ایک دفعہ اس کا خط بھی آیا اس کے جواب میں میں نے بھی خط بھیجا اور اس کی پشت پر ترکی کا ایک شعر لکھ بھیجا۔ جب تک اس کا جواب آئے یہاں معاملہ درہم برہم ہو چکا تھا۔

ملا بنائی کے قصیدے | شیبانی خاں نے سمرقند فتح کرنے کے بعد ملا بنائی کو نوکر رکھ لیا تھا۔ اس وقت سے وہ شیبانی خاں کے ساتھ ہی رہتا تھا مگر جب میں نے سمرقند فتح کیا تو چند روز بعد ملا سمرقند آگیا۔

قاسم بیگ کو اس سے بدگمانی ہوئی۔ اور اس نے اس کو شہر سبز بھیج دیا۔ وہ قابل آدمی تھا اور بے خطا تھا اس لئے میں نے چند روز بعد اُسے پھر سمرقند بلا لیا۔ وہ ہمیشہ غزلیں اور قصیدے لکھتا تھا۔ اس نے نوا[1] میں ایک غزل مجھ سے منسوب کر کے پیش کی اور اسی زمانے میں یہ رباعی بھی نذر کی۔

نہ غلہ مرا کزو توانم نوشید ... نہ جہل تمہ تا توانم پوشید
آنرا کہ نہ خوردن است نے پوشیدن ... در علم و ہنر کجا تواند کوشید

[1] نوا علم موسیقی کے مقامات میں سے ایک مقام ہے جو وہاں مستعمل ہے۔

میں ان دنوں ایک آدھ بیت کہہ لیتا تھا۔ پوری غزل نہ ہوتی تھی۔ میں نے ترکی میں ایک رباعی لکھ کر اس کو بھیجی۔

ملا نے رباعی کے پہلے مصرعے کے قافیہ کو ردیف کر دیا اور دوسرے قافیہ میں ایک رباعی لکھ کر پیش کی۔

خواجہ ابو البرکہ | اسی زمانے میں خواجہ ابو البرکہ فراقی شہر سبز سے آیا۔ اور اس نے کہا کہ تم کو اسی قافیہ میں رباعی کہنی چاہیے تھی۔ پھر وہ رباعی خواجہ ابو البرکہ نے لکھی۔

تقدیر بن کر بگڑ گئی | جاڑے میں میرے حالات سنورتے جا رہے تھے اور شیبانی خاں کے حالات بگڑ رہے تھے۔ لیکن اسی دوران میں دو ایک واقعات بہت برے گذرے۔

قراکول پر شیبانی کا قبضہ | جن لوگوں نے مرو سے آ کر قراکول پر قبضہ کیا تھا۔ وہ اس کو نہ تھام سکے۔ قراکول پھر ازبکوں کے قبضے میں چلا گیا۔

شیبانی نے قتل عام کیا | دبوسی کے قلعے میں ابراہیم ترخان کا چھوٹا بھائی احمد ترخان تھا۔ شیبانی خاں نے دبوسی کو جا گھیرا۔ جب تک ہم لشکر جمع کر کے مقابلے کے قابل ہوئے شیبانی خاں نے حملہ کر کے قلعہ چھین لیا۔ اور خوب قتل عام کیا۔

آئندہ معرکہ | جب میں نے سمرقند فتح کیا اس وقت میرے ساتھ کل دو سو چالیس آدمی تھے۔ پانچ چھ مہینے میں خدا کے فضل سے اتنی فوج جمع ہو گئی کہ شیبانی خاں جیسے آدمی سے سرپل پر زبردست معرکہ ہوا۔ اس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

ماموں اور بھائی نے مدد دی | آس پاس جو لوگ تھے۔ ان میں سے خان کے ہاں سے ایوب بیگ چک اور قشقہ محمود بیگ چار پانچ سو آدمیوں کے ساتھ مدد کے لئے آیا اور جہانگیر مرزا کی طرف سے تنبل کا بھائی دو سو آدمی لے کر آیا۔

حسین اور بدیع نے آنکھیں پھیر لیں | سلطان حسین مرزا سے زیادہ شیبانی خاں کے کرتوت کوئی نہ جانتا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس جیسے تجربے کار بادشاہ نے ایک آدمی بھی نہ بھیجا۔

بدیع الزماں مرزا نے بھی خبر نہ لی۔

خسرو کا ڈر خسرو شاہ نے اس ڈر سے کسی کو نہ بھیجا کہ اس نے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے ہمارے خاندان کے ساتھ بہت سی برائیاں کی تھیں اور مجھ سے اس کا دم نکلتا تھا۔

شیبانی سے مقابلے کی تیاریاں میں شوال[1] میں شیبانی خاں سے مقابلے کے لئے باغ نو گیا۔ پانچ چھ روز وہاں ٹھیرا۔ تاکہ لشکر جمع ہو جائے اور سامانِ جنگ تیار کر لیا جائے۔ پھر وہاں سے کوچ در کوچ چلا اور ربل کے مقام سے گذر کر ڈیرے ڈال دیئے اور لشکر کے چاروں طرف خندق کھدوائی اور کٹھرے لگا کر حفاظت کا پورا انتظام کر لیا۔

شیبانی خاں بھی مقابلے کے لئے آ پہنچا اور خواجہ کاردزون کے قریب پڑاؤ ڈالا دونوں لشکروں کے بیچ میں اندازاً تین میل کا فاصلہ تھا۔

مڈبھیڑیں چار پانچ روز تک لشکر اپنی اپنی جگہ پڑے رہے۔ لیکن دونوں لشکروں کے آدمی اپنے اپنے ہاں سے نکل کر تھوڑا بہت الجھتے بھی رہے۔ ایک دن دشمن کا لشکر بڑھ کر بہت آگے آگیا۔ اس دن لڑائی بھی خوب ہوئی۔ لیکن کوئی کسی پر غالب نہ آیا۔

قرا بیگ کی بزدلی ہمارے لشکر میں سے ایک علمبردار نے یہ بزدلی کی کہ بھاگ کر خندق میں آ چھپا سنا ہے کہ وہ جھنڈا سیدی قرا بیگ[2] کا تھا وہ اپنی ہوا تو بہت باندھتا تھا لیکن اصل میں تلوار کا ہیٹا تھا۔

شیبانی نے شب خون مارا اسی عرصہ میں شیبانی خاں نے ایک رات شب خون مارنے کی کوشش کی ہمارے لشکر کے چاروں طرف خندق اور کٹھروں کا مضبوط انتظام تھا دشمن کا حملہ بیکار گیا۔ خندق کے کنارے سواروں نے خوب شور و غل مچایا اور تھوڑے سے تیر بھی مارے لیکن ناکام لوٹنا پڑا۔

کمک پر کمک آئی اب میں نے جنگی امور میں دلچسپی لی۔ اور بڑی کوشش سے کام لیا۔

---

[1] مطابق ۲۰ اپریل ۱۵۰۱ء [2] قرا بیگ۔

قنبر علی میرا مددگار تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ باقی ترخان ہزار دو ہزار آدمیوں کے ساتھ کیش پہنچا۔ پھر دو روز بعد ہم سے آملا۔ سید محمد دغلت مرزا[1] پہلے ہی ہزار یا پانچ سو آدمیوں کے ساتھ میرے ماموں کی طرف سے میری مدد کے لئے دیول آگیا تھا جو وہاں سے سولہ کوس ہے۔ دوسرے دن وہ بھی ہم سے آملا۔

وہ بڑا اچھا موقع ملا۔ لیکن میں نے لڑائی چھیڑنے میں ذرا جلدی کی۔

ستاروں کی چال بازی | اور جلدی یوں کی کہ دونوں لشکروں کے بیچ میں آٹھ ستارے تھے۔ وہ دن گذر جاتا۔ تو پھر تیرہ چودہ دن تک وہ دشمن کے لئے مبارک ثابت ہوتے۔

یہ خیال بے حد لغو تھا۔ حقیقت میں بے موقع جلدی کی۔ صبح ہی صبح مقابلے کے لئے جنگی لباس پہنا۔ گھوڑوں پر ساز ڈالے گئے۔ دائیں بائیں۔ آگے اور درمیان میں لشکر کو مرتب کیا اور میدان کی طرف چل پڑا۔

لشکر کی ترتیب | دائیں طرف ابراہیم سارو۔ ابراہیم جانی۔ ابو القاسم کوہ بر اور بعض دیگر امراء تھے بائیں جانب محمد مزید ترخان۔ ابراہیم ترخان اور سمرقند کے امراء میں سے سلطان حسین ارغون۔ قرا برلاس۔ پیر احمد اور خواجہ حسین تھے۔

لشکر کے درمیان میں قاسم بیگ اور بعض خاص ملازمین تھے۔

لشکر کے آگے آگے قنبر علی سلاخ۔ بندہ علی۔ خواجہ علی۔ میر شاہ توجین۔ سید قاسم ایشک آغا۔ خال دار (بندے علی کا چھوٹا بھائی) قوچ بیگ اور حیدر قاسم بیگ[2] (قاسم بیگ کا بیٹا) تھے اور جتنے جاں باز سپاہی اور مصاحب تھے وہ بھی ان کے ساتھ تھے۔

ادھر سے ہم تیار ہو کر چلے۔ ادھر سے دشمن کی صفیں بھی سامنے آگئیں

شیبانی کے لشکر کی ترتیب | دشمن کے لشکر میں دائیں ہاتھ کو محمود سلطان۔ جانی بیگ سلطان اور تیمور سلطان تھے۔ اور بائیں طرف حمزہ سلطان مہدی سلطان اور بعض اور سلاطین تھے

---

[1] لیڈن نے اصلی عبارت میں سید محمد دغلت میر کا بیٹا اور نوٹ میں میرزاد لکھا ہے۔ [2] حیدر قاسم

دشمن کی چال | دونوں لشکروں کی مٹ بھیڑ ہوتے ہی دشمن کے دائیں ہاتھ کی صفیں ہمارے بائیں طرف سے چکر کھا کر ہماری پیٹھ کے پیچھے جانے لگیں۔ میں نے بھی اپنا منہ اسی طرف پھیر لیا۔ ہماری اگلی صفیں جن میں تمام ہوشیار تجربے کار۔ شمشیر زن اور چیندہ جوان اور سردار رکھے گئے تھے۔ سیدھے ہاتھ پر رہ گئیں۔ ہماری اگلی صفوں میں کوئی نہ رہا۔[1]

شیبانی کا استقلال | پھر بھی ہم نے ان لوگوں کو جو آگے بڑھ آئے تھے مارتے مارتے اور بھگاتے بھگاتے ان کی فوج کے بیچوں بیچ پہنچا دیا۔ اور حالت یہ ہو گئی کہ شیبانی خاں سے بعض بوڑھے بوڑھے سردار چلا۔ چلا کر کہنے لگے کہ شیبانی بھاگنا چاہیئے۔ اب ٹھیرنے کا موقع نہیں ہے۔ مگر وہ استقلال کے ساتھ جما رہا۔

دشمن کے دائیں پہلو نے ہماری دائیں صفوں کو شکست دے کر ہم پر پیچھے سے حملہ کیا۔ چوں کہ ہماری اگلی صفیں دائیں طرف رہ گئیں تھیں اس لئے ہمارا آگا کھل گیا۔ اس لئے دشمن کی فوج نے ہمارے آگے اور پیچھے حملے کئے اور تیر مارنے شروع کر دئے۔

مغلوں کی لوٹ مار | مغلوں کا جو لشکر ہماری مدد کے لئے آیا تھا۔ اس نے دشمن سے لڑنے کی بجائے ہماری فوج کو لوٹنا شروع کر دیا اور سواروں کو گھوڑوں سے گرانے لگے۔

ان کمبخت مغلوں کی عادت ہمیشہ سے یہی ہے کہ فتح پائیں تو جھٹ دشمنوں کو لوٹنے لگیں اور ہار جائیں تو اپنے ہی لشکر پر ہاتھ صاف کریں۔

زبردست شکست | دشمنوں کی اگلی صفوں کو جنہوں نے کئی دفعہ سخت حملے کئے تھے۔ مار کر بھگا دیا تھا۔ لیکن وہ سب پھر اکٹھے ہو کر آگئے اس طرح آگے سے بھی حملہ ہوا اور دشمن کی فوج جو ہمارے لشکر کے پیچھے پہنچ گئی تھی اس نے پیچھے سے بھی حملہ کر کے جھنڈے پر تیر برسانے شروع کر دئے! اور اگلی پچھلی طرف سے حملے کر کے ہماری فوج کے پاؤں اکھیڑ دئے۔

ازبکوں کا طریقۂ جنگ | ازبکوں کا طریقہ جنگ یہ ہے کہ وہ لڑائی میں دشمن کے بازو کی طرف مڑ کر

---

[1] ان میں سے چند بڑی مشکل سے میرے ساتھ رہے۔

وار کرتے ہیں اور یہ بہت کارگر حربہ ہے[1]۔ ان کی کوئی لڑائی ایسی نہیں ہوتی۔ جس میں وہ اس طریقہ پر عمل نہ کرتے ہوں۔ اسی کے ساتھ ساتھ سب سردار اور سپاہی آگے پیچھے باگیں ڈھیلی کئے ہوئے گھوڑوں کو بہت تیز دوڑاتے ہوئے دہا وا کرتے ہیں۔ اور جب شکست ہوتی ہے تو اسی طرح واپس جاتے ہیں۔

جان بچا کر بھاگے میرے ساتھ دس پندرہ آدمی رہ گئے تھے۔ دریائے کوہک قریب تھا میری فوج کا دایاں بازو دریا کے پاس پہنچ گیا تھا۔ ہم سب بھی دریا کی طرف دوڑے اور آدمی اور گھوڑے بمع ساز و سامان کے دریا میں کود پڑے آدھے سے زیادہ دریا ایسا تھا جہاں پانی کم تھا لیکن اس کے بعد گہرا پانی ملا۔ ایک گز تک گھوڑوں اور ساز و سامان سمیت تیر کر پار ہوئے۔ دریا سے نکلے تو گھوڑوں کے جنگی ساز کاٹ ڈالے اور انھیں تیز دوڑایا جب دریا سے شمال کی جانب نکل گئے تو دشمن پیچھے رہ گیا۔

ابراہیم ترخان کا قتل مغل کم بختوں نے اکیلے دوکیلوں کو لوٹ لیا۔ ابراہیم ترخان اور بہت سے اچھے سپاہیوں کو مغلوں ہی نے لوٹ لیا۔ گھوڑوں سے گرایا اور مار ڈالا۔

مجھ کیا ہوا قافلہ سمرقند میں میں دریائے کوہک کے شمال کی طرف آگے بڑھا اور قلبہ کے پاس دریا پار کیا اور دو غاروں کے بیچ میں شیخ زادے دروازے میں سے ارک پہنچا۔

ابراہیم نام کے تینوں سردار مارے گئے اس لڑائی میں ہمارے نامور سردار چُنندہ جوان اور بہت سے آدمی مارے گئے۔ ابراہیم ترخان۔ ابراہیم سارو اور ابراہیم جانی بھی ان ہی میں تھے۔ بہت عجیب بات ہے کہ ابراہیم نام کے تینوں سردار ایک ہی لڑائی میں مارے گئے۔

مقتول سرداروں کی فہرست ابوالقاسم کوہ بر (حیدر قاسم بیگ کا بڑا بیٹا) خدا بیردی علم بردار خلیل (سلطان احمد تنبل کا چھوٹا بھائی جس کا ذکر کئی دفعہ آچکا ہے) اس لڑائی میں مارے گئے ان کے علاوہ بہت سے لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔

---

[1] اس کو تولغہ کہتے ہیں

بھگوڑوں کی فہرست | بھگوڑوں میں سے محمد مزید ترخان[1] تو خسرو شاہ کے پاس حصار اور قندز چلا گیا۔ اور قنبر علی سلاخ مغل نے بھی جس کو میں نے اپنی مہربانی اور لطف و کرم سے بڑا سردار بنا دیا تھا۔ ان مہربانیوں کے باوجود ایسے نازک موقعہ پر میرا ساتھ نہ دیا۔ اور سمرقند پہنچتے ہی اپنے بال بچوں کو لے کر خسرو شاہ کے پاس چلا گیا۔

بعض اور سردار اور سپاہی جیسے کریم داد۔ خداداد ترکمان۔ جانکہ[2] کوکلتاش اور ملا بابا ساغرچی[3] اور اندیجان چلے گئے۔ ملا بابا اس زمانے میں مرا ملازم نہ تھا۔ بطور مہمان تھا۔

شیرم طغائی نے ساتھ دیا | البتہ شیرم طغائی وغیرہ۔ اپنے ساتھیوں سمیت مرے ساتھ سمرقند گئے اور ہم سب نے صلاح مشورے کے بعد یہ طے کر لیا کہ چاہے مریں یا جییں لیکن رہیں گے سمرقند کے قلعے ہی میں۔ چنانچہ ہم قلعے کو مضبوط بنانے میں مصروف ہو گئے۔

ماؤں اور بہنوں کی غیرت | ان لوگوں نے تو ساتھ دیا لیکن میری ماؤں اور بہنوں نے یہ کیا کہ قلعے میں پہنچتے ہی اپنے مال و اسباب اور نوکروں چاکروں کو اوراتیپہ بھیج دیا۔ اور آپ تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ قلعے میں رہ گئیں۔

انھوں نے کچھ اس دفعہ ہی ایسا نہیں کیا بلکہ ہر مصیبت اور تکلیف کے وقت انھوں نے ایسا ہی ہلکا پن اور غیرت ہوتی ہے۔

بچاؤ کی تدبیریں | دوسرے روز خواجہ ابوالمکارم۔ قاسم بیگ اور دوسرے تمام صائب الرائے اور خاص الخاص سرداروں کی نشست میں صلاح و مشورے کے بعد طے پایا کہ مریں یا جییں قلعے ہی میں رہیں گے اور میں اور قاسم بیگ مخصوص فوج کے ساتھ کمک کے لئے مقرر کئے گئے۔ چنانچہ اس فیصلے کے پیش نظر ہم نے اپنا سفید خیمہ شہر کے بیچ میں الغ بیگ مرزا کے مدرسے کے دروازے کی بڑی محراب میں لگایا۔

اور دوسرے سرداروں اور سپاہیوں کو شہر کے دروازوں اور شہر کی فصیل پر مورچے تقسیم کئے گئے۔

---

[1] ایک نسخہ میں محمد درویش خاں لکھا [2] جانکہ کوکلتاش [3] بشاغری